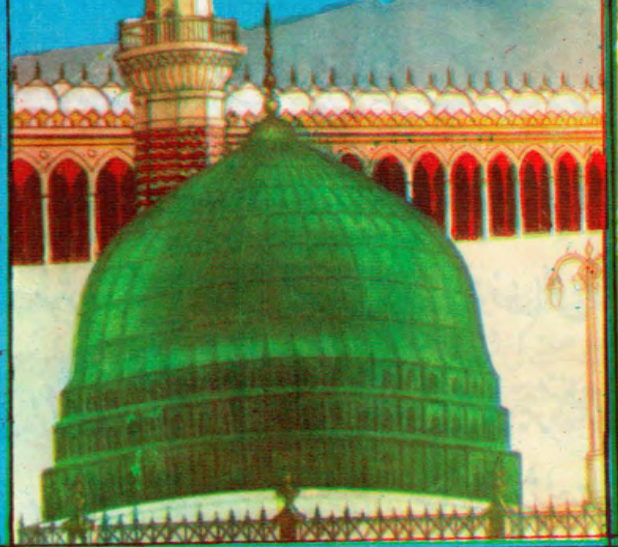


وفاتُ النبي صلي الله عليه
رحمته وتقبل الله
رحمته
رحلت خاتون جنت



مصنف و مؤلف: شيخنا العلامة سيدهم مولانا محمد رفیع نقشبندی قادری
چید حقیر مولانا علی بابا ولد مولانا سید علی بن مولانا عبدالرحمن الدرامنی الآبادی افاض الشریف



هُوَ الْعَزِيزُ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
قَمَدًا وَلَصْنَى عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ
حَمْد

ہزاروں لاکھوں کروڑوں میں حمد تیرے لئے
ترا ہی ذکر ہے آب حیات میرے لئے

شکر تیرا کر سکے کب یہ زباں
ہے تو ہی یارب انیس بکیاں
تجھ سے ملنے کی بڑی ہے آرزو
آہ کچھ مجھ کو نہ تھی اپنی جسد

اسے خدا ہے تو بڑا ہی مہرباں
چھوڑ کر تجھ کو بھلا جاؤں کہاں
دھونڈتھا پھر تاہوں تجھ کو کو کب
ٹھوکر میں کھاتا رہا میں در بدر

بھر ہستی میں جو دیکھا ڈوب کر
ہر نظر میں تو ہی تو آیا نظر

لَعْنَةُ شُرَاطِيت

زور و محشر میں جب یہ شان عالی جائے گی
حق سے عصیاں کوش امنت بخشوائی جائے گی

گل کھلائے گی ہمارے دل کے گلشن میں نیا
 جب درودِ پاک کی خدمت میں ڈالی جائیگی
 کتنے روزخ دکھائے گی اگر اپنا اثر
 یا محمد مصطفیٰ کہہ کر جھسالی جائے گی
 بخشوانے حق سے امت کو وہ جسم آئینے
 بات کیونکر سید مرسل کی ٹالی جائے گی
 کھنچ کے قدموں میں چلی آئیں گی حورانِ جنان
 جب صدا منہ سے محمد کی نکالی جائے گی
 ساتی کو شکر کھریں گے آپ اپنے ہاتھ سے
 ہم سے منجواؤں کی جب غالی پیالی جائیگی
 نعت احمد رز و شب محمود لکھ محمود لکھ
 بگڑی جو کچھ ہے اسی سے سب بنالی جائیگی
 قلم تحریر واقعہ جانگداز وفات سرورِ دو عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم سے اس قدر نادم ہے کہ سر نہیں اٹھا سکتا۔ یہ وہ واقعہ
 الناک ہے جس سے قلم کا سینہ چاک ہے صفحہ عالم پر ابر سیاہ
 طاری ہیں جو لفظ ہے سیاہی شبِ غم ہے۔ جو دائرہ ہے حرفِ الم
 ہے۔ ہر سطر دفترِ ماتم ہے۔ مقامِ عبرت ہے کہ جس کے واسطے زمین

آسمان۔ جنّ و انسان۔ حور و غلمان اور کل انبیائے مرسلین اور اٹھارا
 ہزار عالم۔ عالم ظہور میں آئے ہوں اور اس دنیا کے فانی میں
 نہ رہے۔ پس اور کون ہے جو اس دنیا کے ناپائدار میں ارادہ قیام
 کر سکے۔ شعر
 کلک کا لکھتے ہوئے سینہ کھٹا جاتا ہے
 اور کلیجا ہے کہ بس منہ کو چلا آتا ہے
 یعنی ازل سے ابد تک صرف خداوند عالم ہی کی ذات باقی رہنے
 والی ہے۔ لہذا آج قلم سیاہ رقم صفحہ ماتم بنا کر وَیَبْقَى وَجْهَهُ
 رَبِّكَ ذُو الْمَجَلَدِ وَالْاِکْرَامِ ۛ کی تصویر کھینچتا ہے۔ اور
 نَحْنُ نَفْسٌ ذَابِقَةٌ الْمَوْتِ ۛ کا خاکہ صفحہ قطاس پر بناتا
 ہے۔ صریح کلک کی زبان پر حمدِ خدا میں یا باقی کے ترانے ہیں
 اور الفاظ دارِ ناپائدار کے گویا نقوشِ فانی کے افسانے ہیں۔ سیاہی
 کارنگ گہرا کالا ہے۔ کاغذ کارنگ ماتمی ہونے والا ہے الفاظ
 کے ہر دائرے پر فنا کا نقشہ ہے۔ اور ہر شش تیغِ قضا کا
 نمونہ ہے دل پر جوشِ سرور اور مدحت و حمد سے مدہوش
 ہو جا اور حمدِ خدا کے نعشوں میں ہمہ تن گوشش ہو جا کہ کچھ دیر
 کے لئے بیٹھنے کی تدبیر ہے اور آگے جو کچھ ہو گا وہ منشاءِ قسمت

و تقدیر ہے :-

سُن کے نورانی ترانہ شاخ شاخ
بچ رہا ہے تیرا ڈنکا شاخ شاخ
بلبل دل کس نے تڑپایا تجھے
رحمتوں کو اپنے دامن میں لئے
دیدہ حق میں سے دیکھے تو کوئی
جو نظر آیا نہ کوہ طور پر
گنہگار دل کس کس قدر پر کیفیت ہے
آترے ہی واسطے برقی تپاں
ہر کلی، ہر پھول میں، ہر برگ میں
اس جہاں میں اس جہاں میں ہر طرف

نغمہ محمود ہی پڑھتی رہے

بلبل باغِ مدینہ شاخ شاخ

مسلمانو! اس سے زیادہ واقعہ جگر خراش اور کیا ہوگا
رحمتوں کا لانے والا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ برائی سے
بھلائی کی طرف لانے والا پیشوا ہم گمراہوں کو راہِ ہدایت پر
لانے والا رہبر اور ہادی اس دارِ ناپائیدار سے سفر کر رہا ہے

اور تمہارے سامنے راضی برضائے الہی ہونے کا ایک نمونہ
پیش کر رہا ہے تاکہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ جس کے لئے
زمین و آسمان بلکہ دونوں جہاں خدا نے بنائے ہیں۔ وہ بھی
مشیتِ الہی کا تابع ہے۔ بہر حال اس واقعہ جا نگداز اور سانحہ
جگر سوز سے کون سا ایسا دل تھا جو آپ کے فراق میں غم زدہ
نہ ہو اسو اور کونسی آنکھ تھی جو آپ کے غم سے نہ روئی ہو۔ نظم
بھلا ہجر نبی میں کون سا مومن نہیں رویا

جہاں ذکر محمد آگیا اہل یقین رویا

چھپا وہ چاند جس کو چاند بھی آداب کرتا تھا

تو کس کس بقیراری سے ہر اک ماہِ مبیں رویا

یتیموں کا سہارا تھا غریبوں کا خبہ رویا

جہاں سے اٹھ گیا جس کے لئے ہر اک مکین رویا

روایت ہے کہ جس سال فتح مکہ معظمہ ہوئی اور سورہ

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ نَازِلٌ هُوَئِیْ اَوْر حَقِیْقَتٌ وَرَآیْتِ النَّاسَ

یَدْخُلُوْنَ فِی دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ظُہُورٌ پَذِیْرٌ هُوَئِیْ۔ اسی

سال حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج تھا۔

آپ نے آخری بار احکامِ دین کی تلقین کی اور وداعی کلمات

۷

علیہ وسلم نے اصحابِ خواص کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر بلایا۔ حاضر ہونے پر حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو دیکھا نہایت شفقت و عنایت سے ہماری غربت و بیکیسی پر نظر کر کے ابدیدہ ہو گئے اور فرمایا
 هَرَّحَبَابِكُمْ اللَّهُ سَلَامٌ هُوَ تَمَّ بِرِخْدَاكَ اَوْ فَرَمَايَا اے لوگو
 تمہارا نبی اب تم سے جدا ہوتا ہے۔ یہ حال پُرِ مَلَالِ سُنِّ كَرِ
 اصحابِ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے شیشہ ہائے دل چور چور
 ہو گئے اور آنکھوں سے دانۃ الماس ٹپکنے لگے۔ نظم

ہائے اس چاند سی صورت کو کہاں پائینگے
 جیتے جی ہجر میں ہم آپ کے مرجائیں گے

ہم غریبوں کی نہ اب بات کوئی پوچھے گا
 جا کے دنیا سے کبھی آپ نہ پھرائیں گے

کون اس پیار سے پاس اپنے بلائیں گے
 اس محبت کو کہاں ڈھونڈھنے اب جائینگے

روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عاشقِ ناز
 رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ جنہوں نے جان و دل رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں نثار کر دیا تھا اور مسجدِ نبوی کے

۶

زبان پر لائے اور ارشاد فرمایا کہ شاید آئندہ حج کا اتفاق
 نہ ہو، اسی لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اور فرمایا
 اے لوگو! تمہارا نبی اب تم سے جدا ہونے کو ہے اور تم کو خدا
 کے سپرد کرتا ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری اور خوفِ خدا کی وصیت
 کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا۔
 نخوت اور تکبر نہ کرنا اور خبردار کسی مومن کو حقارت کی نظر
 سے نہ دیکھنا۔

روایت ہے کہ حرارت کی ابتداء ام المومنین حضرت میمونہ
 خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان سے شروع ہوئی،
 جب آپ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 کے مکان پر تشریف لائے تو مرض ترقی پر تھا۔ جسمِ اطہر میں
 حرارت اور سراقس میں شدید درد تھا۔ آپ شدتِ مرض
 سے بیچین و بیقرار تھے۔ بسترِ علالت پر بار بار کروٹیں بدلتے
 تھے۔ اور اکثر اوقات فرماتے تھے۔ كَهْوَالرَّفِيقِ الِاعْلٰی۔
 (اللہ بڑا رفیق ہے)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 ہے کہ ایک دن حالتِ شدتِ مرض میں حضرت سید عالم صلی اللہ

موزن تھے۔ آپ ہر روز ایام مرض میں نماز پنجگانہ سے رحمت عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور نماز باجماعت ادا کرتے۔ انتہائے مرض میں جب حضور صلعم کے جسم اظہر پر مرض کا اثر پورے طور سے ہو گیا کہ ہاتھوں میں طاقت اور پاؤں میں جنبش نہ رہی اور صرف تین دن حضور کی عمر شریف کے باقی رہ گئے تو بسبب ضعف جسمانی جماعت میں شرکت نہ فرما سکے اور تیرہ نمازیں گھر میں ادا کیں۔ اسی دن جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کے وقت آتے تو نہ پکڑے اور آپ سے کہتے ہیں کہ اللہام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جواب سلام ادا کیا اور ستر پھاڑا۔ اس وقت آپ کی بہت کوشش فرمائی لیکن شدت مرض اور سخت طبیعت نے آپ کو مانع سے اٹھ نہ سکے۔

اور فرمایا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دو کہ نماز پڑھاویں۔ یہ سنتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ کثرتِ غم سے پاش پاش ہو گیا، چشم گریاں و دل بریاں زار و قطار روتے مسجد نبویؐ کو جاتے ہیں اور فرمان رسول مکرمؐ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچاتے ہیں جو بھی

اس تاجدارِ مدینہ کا فرمان سیدنا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گوش مبارک تک پہنچتا ہے۔ بیتاب ہو جاتے ہیں۔ زار زار روتے اور آب الماس آنکھوں سے بہاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ افسوس کہ آج وہ جائے مبارک جہاں کل رسول اکرمؐ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے خالی نظر آتی ہے۔ چنانچہ حال پر سلال سن کر اور اصحاب کبار جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمے میں پہلے ہی سے خستہ خاطر اور زخمی دل ہو رہے تھے۔ سب کے سب زار و قطار رونے لگے۔ یہاں تک کہ آواز ہائے نالہ و فریاد اس صاحبِ نبوت کے گوش مبارک تک پہنچی آپ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ یہ نالہ و بکا کی آواز کہاں سے آرہی ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ آواز ہائے حزیں اور نالہ ہائے غمگین آپ کے جاں نثاروں کی ہیں۔ آپ کو مسجد میں نہ دیکھ کر خستہ خاطر اور مملول ہیں۔ نظم۔

آپ کے دوست ہیں جو آہ و بکا کرتے ہیں

حقِ محبت کا وہ مسجد میں ادا کرتے ہیں

ضبط کی تاب نہیں سحر میں بیتاب ہیں

جان رورو کے وہ حضرت پر فدا کرتے ہیں
آپ یہ سن کر چار دنا چار اٹھے اور وضو کیا۔ حضرت علی رضی
شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا کی۔

روایت ہے کہ شدتِ مرض میں حضرت جبریل علیہ السلام
آپ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ تعالیٰ بعد سلام کے آپ کا مزاج
پوچھتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر دنیا میں رہنے کی خواہش ہو تو
میں ابھی شفا کے کامل عنایت کروں۔ وَاَلَا اپنے پیچھے جو ابر رحمت
میں جائے راحت تجویز کروں آقا کے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مزاج تو بہت ہی ناساز ہے اور میں بہر حال
تابع فرمانِ الہی ہوں۔

تو جہاں چاہے مجھے رکھے ہے احساں تیرا
بندہ ہر حال میں ہے تابع فرمانِ تیرا

میری ہر وقت مددگار ہے رحمت تیری
شامل حال مرے لطفِ فراداں تیرا
روایت ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ شدتِ مرض روز بروز

زیادتی پر ہے دردِ مفارقت سے بیتقرار ہو کر مسجدِ نبوی کے
گرد سرا سیمہ و حیران پھرنے لگے اور کہتے تھے۔ کہ آپ کے بعد ہمارا
کیا حال ہوگا۔ سب کے سب روتے اور تڑپتے، یہاں تک کہ
اس نالہ و بکا کا شور اتنا بلند ہوا کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے گوشِ مبارک تک پہنچا۔ اگرچہ بوجہ نقاہت آپ باہر
تشریف نہ لاسکتے تھے۔ لیکن مقتضائے شفقت نے آپ کو اس
بات پر آمادہ کیا کہ بدستیا رکھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ آپ مسجد میں تشریف لائے۔ بہت سے لوگ جمع ہوئے۔

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمدِ خداوند عالم ادا کی۔
اور سبھوں کو سمجھایا کہ دیکھو کیسے کیسے انبیاء علیہم السلام اس
دارِ ناپائند میں آئے اور راہی ملک بقا ہوئے۔ جو پیدا ہوا ہے
وہ ایک دن ضرور ناپید ہوگا۔ یہ دنیا قابلِ دل بستگی نہیں ہے

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عجزت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اور سوا خدا کے کسی سے دل نہ لگانا جو چیز ہے فانی ہے۔
اسی کی ذات جاودانی ہے۔ سوا اس کے اور تمہارا کوئی رفیق
نہیں۔ میں بھی تمہیں اسی خالقِ اکبر کے سپرد کرتا ہوں اور تم سے

سننے ہی تمام مسلمان اپنی اپنی دکائیں چھوڑ کر روتے تڑپتے
 مسجد نبوی کو چلے۔ اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ صحن مسجد میں
 قدم رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد حمد
 سپاس حق سبحانہ تعالیٰ فرمایا کہ اے لوگو! غنقریب تمھارا
 نبی دنیا سے سوئے محب انتقال کیا چاہتا ہے۔ اس لئے
 وصیت کرتا ہوں کہ مجھ سے کسی کو بھی کسی موقع پر کوئی ایذا پہنچی ہو
 تو آج بے تکلف ظاہر کرے کہ ابھی اس کا انتقام ممکن ہے۔
 تاکہ کل قیامت کے دن مجھ پر کسی کا کوئی مواخذہ نہ رہ جائے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کر کے دتین مرتبہ
 یہ وصیت فرمائی تو ایک شخص عکاشہ ابن محسن نے رحمت عالم
 نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر
 فدا ہوں اگر حضور بار بار ارشاد فرماتے ہیں تو میں ہرگز کسی چیز
 کا دعویٰ نہ کرتا۔ ایک لڑائی میں اتفاق سے میری اور آپ کی
 اونٹنی بالکل برابر ہو گئی میں فوراً اونٹنی سے اتر پڑا اور چاکہ
 آپ کی ران مبارک کا بوسہ لے لوں کہ آپ کے دست مبارک
 میں وہ تازیانہ تھا جس سے کہ آپ اونٹنی کو ہانکتے تھے۔
 آپ نے اونٹنی کو جلد چلنے کے لئے ایک تازیانہ اٹھا کر مارا وہ میرے

رخصت ہوتا ہوں اور تم سے وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ ایک
 دوسرے کے ساتھ نیکی سے پیش آتے رہنا۔ تاجدار مدینہ
 کے یہ کلمات یاس یسین کر جاں نثاران محمد الرسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے ضبط نہ ہو سکا۔ زار و فطار روتے اور تڑپتے تھے
 اور یوں عرض کرتے تھے۔ نظم
 ہائے اس چاند سی صورت کو کہاں پائیں گے
 جیتے جی ہجر میں ہم آپ کے مرجائیں گے
 کس کو اب ہائے سنائیں گے مصیبت اپنی
 کس کو اب زخم جگر کھول کے دکھلائیں گے
 کون بعد آپ کے نہ یاد سنے گا اپنی
 درد فرقت میں جو ہم آپ کے چلائیں گے
 پھر آپ نے سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا
 کہ کوچہ و بازار میں منادی کرے تاکہ وصیت واپس سے کوئی
 محروم نہ رہے۔ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار و نزار
 بازار میں آئے اور پکارا کہ اے لوگو! آج نبی آخر الزماں صلی اللہ
 علیہ وسلم کی آخری وصیت جو سننا چاہے مسجد نبوی میں حاضر ہو
 نہیں تو رسول اللہ کہاں اور یہ وصیت کہاں۔ یہ خبر وحشت اثر

زلزلہ سا پڑ گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ اے عکاشہ مزاج سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چند روز سے علیل ہے۔ عوض ایک تازیانہ کے تنو تازیانے ہم کو مارا اور آپ کو تکلیف سے معذور رکھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے آئے اور کہا اے عکاشہ طبیعت رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدت مرض سے ناساز ہے۔ ایک تازیانے کے عوض دو تنو تازیانے ہم کو مارا اور رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اذیت سے معذور رکھ۔ بعد اس کے دونوں صاحبزادے جناب حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ خبر سن کر مضطرب و گریباں تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ اے عکاشہ ہمارے نانا بہ سبب بیماری بہت ضعیف و ناتواں ہیں۔ ایک تازیانے کے عوض ہم کو ہزار تازیانے لگا اور نانا جان کو اس حالت رنجوری میں تکلیف نہ پہنچا۔ اس نے عرض کیا اے صاحبزادو امیر انتقام غیر شخصوں پر منتقل نہیں ہو سکتا۔ پس سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عکاشہ اپنا کام جلد تمام کر۔ مبادا مرگ رخصت نہ دے اور یہ مواخذہ عاقبت تک باقی رہے۔ عکاشہ

اوپر پڑا۔ معلوم نہیں کہ وہ آپ نے قصداً مجھے مارا تھا یا آپ نے اونٹنی کو مارنا چاہا تھا جو میرے لگ گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے انتقام اس کا ہرگز لینا منظور نہ تھا لیکن ہر گاہ حضور نے اس قدر اصرار فرمایا اس لئے اس بات کا اظہار ضروری ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ بِرَحْمَتِ اللّٰهِ يَا عَكَاشَةُ انتقام چاہتا ہے انھوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ فاطمہ کے گھر جاؤ وہ تازیانہ کہ اکثر لڑائیوں میں میرے ساتھ رہتا تھا اٹھا لاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقساں و خیزاں صد گونہ بے قرار اپنے جینے سے بیزار روتے ہوئے جناب سیدہ خانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے وہ تازیانہ حضور میں لائے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تازیانہ عکاشہ کے حوالے فرمایا اور صحن مسجد میں بیٹھ گئے اور فرمایا اے عکاشہ رحمت خدا نازل ہو تجھ پر بے رورعایت اپنا انتقام لے۔ عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تازیانہ لے کرستعد ہوئے اہل محفل میں ایک شور برپا ہوا تمام اصحاب اور انصار اور اہل بیت یہ حال دیکھ کر تھرانے لگے، مسجد میں

نے کہا یا رسول اللہ میں اس روز برہنہ تھا اور اس وقت حضور پیر بن پہنے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر بن جبہ مبارک سے اتارا اہل محفل عبرت سے روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ غرض عکاشہؓ اٹھے اور کمال محبت سے مہر نبوت خاتم رسالت کو بوسہ دیا اور عرض کرنے لگے۔

اس مہر نبوت کی زیارت تو نہ ہوتی
یہ کام نکالامری اس بے ادبی نے

اور عرض کیا کہ یا رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم میری خواہش تھی کہ دم واپس مہر نبوت کی زیارت سے مشرف ہوں۔ چنانچہ بحیثہ انتقام اس دولت سے بہرہ اندوز ہوا۔ میں حضور کی درگاہ کا ایک نالائق غلام ہوں۔ میری پشت پر جس روز تازیانہ لگا تھا۔ میں نے اسی روز بخش دیا تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گستاخی معاف فرمائی جائے۔ حضور نے فرمایا۔ حدیث شریف۔

مَنْ تَمَسَّهُ جِدِي لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ اَوْلًا۔ حضور نے فرمایا جس نے میرے بدن کو مس کیا اس کو دوزخ کی آگ مس نہیں کر سکتی۔ پھر آپ نے عکاشہؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا

کہ جو شخص دیکھنا چاہے اہل جنت کو وہ دیکھے۔ اس شخص کی طرف پس تمام مسلمان کھڑے ہو گئے اور جناب عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کو چومنے لگے اور کہنے لگے مبارک ہو تم کو کہ تم بڑے درجے پر پہنچے۔

(ازدرة الصالحین صفحہ ۱۴۸)

خلوص و محبت کے ساتھ درود شریف پڑھئے

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اے مومنو! لگاؤ تو نعرہ درود کا
جس کی زباں پر جاری محمد کا نام ہے

بھیجو درود سید والا کے واسطے

لازم ہے ذکر یار کا شیداکے واسطے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل قیامت میں جب ہنگامہ محشر گرم ہوگا۔ اپنی شفقت کے لئے میں آپ کو کہاں تلاش کروں گا۔ آپ نے فرمایا اولیٰ بل صراط کے پاس لو اے حمد کے نیچے امرزش امت کے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں گا۔ عرض کیا جو وہاں نہ پاؤں۔ فرمایا

آج سے پھر مراد دنیا میں نہ آنا ہوگا
 اور نہ بعد آپ کے اب وحی کا لانا ہوگا
 حاضری تھی مری دنیا میں انھیں قدموں تک
 کس کو اب رُخ مجھے دنیا میں دکھانا ہوگا
 وہ نبی جو کہ ہیں محبوب خدائے دو جہاں
 نزع کا بار انھیں آج اٹھانا ہوگا
 جاتے دنیا سے ہیں بگڑی کے بنانے والے
 اب کیسے حالِ دہلی زار سنا نا ہوگا
 وہ نبی جن سے عیاں صفتے شانِ مولا
 اب انھیں پردہ وحدت میں چھپانا ہوگا
 دل کا ارمان نہ نکلنے کوئی پایا افسوس
 ہائے اب شاہِ امم کو کہاں پانا ہوگا
 یہ سفروہ ہے کہ اب جا کے نہ آئیں گے کبھی
 جلوۂ ناز کسی کو نہ دکھانا ہوگا
 الغرض ملک الموت نے آستانہ نبوی پر آکر بیکار - السلام
 علیکم یا اہل بیت نبوتہ اگر اجازت ہو تو گھر میں آؤں
 اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت کے سر مانے

میزان کے پاس نقل اعمال اُمت کے لئے دُعاے نذر کرتا
 ہوں گا، عرض کیا جو وہاں بھی نہ پاؤں فرمایا کنارے دوزخ کے
 کھڑے ہوں گا تاکہ اُمتِ عاصی اور دوزخ کے درمیان جائیں رہوں
 اور کسی پر نیچے آنے دوں گا پوچھا اگر وہاں بھی زیارت نصیب نہ ہو - ارشاد
 ہوا - کنارے حوضِ کوثر کے نشہ کا مانِ امت کو پانی پلاتا ہوں گا -
 اے مومنو گناہ تو نعرہ درود کا پہنچاؤ تو حضور میں تحفہ درود کا
 جس کی زبان پہ جاری محمد کا نام ہو واللہ اس پر آتشِ دوزخ حرام ہو
 روایت ہے کہ دو دن حضرت جبریل عیادت کے واسطے جناب
 سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لائے اور مزاج کا حال پوچھا
 فرمایا ناساز ہے - تیسرے دن پھر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے آج ملک الموت کو حضور کی
 خدمتِ بابرکت میں بھیجا ہے، اگر اجازت ہو تو خدمت میں
 حاضر ہو حکم ہو کر آئے - پس حضرت جبریل علیہ السلام ملول و
 محزون الوداع الوداع کہتے ہوئے اُٹھے اور کہا السلام علیکم
 یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج سے پھر اتفاق دنیا میں آنے کا نہ ہوگا
 میرا آنا جانا دنیا میں صرت آپ کے دم تک تھا سو آج ختم ہو گیا -

بیٹھی تھیں جواب دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہے۔ اس وقت ملاقات سے توقف فرمائیے۔ پھر اجازت مانگی یہی جواب پایا۔ تیسری بار ایسی ہیبت ناک آواز سے اجازت چاہی کہ سننے والوں کا دل ہیبت سے کانپ اٹھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کھول کر پوچھا کیا ہے؟ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ایک اعرابی دروازے پر کھڑا ہے اور اندر آنے کی اجازت مانگتا ہے۔ ہر چند منع کرتی ہوں نہیں مانتا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بیٹی۔ نظم

ملک الموت ہے یہ مشور مچانے والا
ہے یہ محبوب کو عاشق سے ملانے والا

یہی نفاہ اجل کا ہے بجانے والا
خواب غفلت سے ہے موتوں کو جگانے والا

فرش محمل پہ ہیں جو عیش سے سونے والا
خاک کے فرش پہ ہے ان کو سلانے والا

کوٹ لیتا ہے چمن عیش کا یہ پھولا پھیلا
فصل گل میں ہے خزاں کا یہی لانے والا
دنیوی رشتوں کو کرتا ہے یہی آگے جدا
خاک میں ہے یہی راحت کو ملانے والا

کوئی دم میں یہی سے گامری فرقت تم کو
ہے یہی ظاہری آنکھوں سے چھپنے والا
سب کو ناز لیت نہ بھولے گا وہ غم یہ دیکھا
ساخچہ اہل مدینہ پہ ہے آنے والا

ہجر میں جان تو رو رو کے فدا کر دے گی
دم بدم ہے یہ ترارنج بڑھانے والا
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹی!
یہ ملک الموت ہے جو لذتوں کے مٹانے والا، راحتوں کا لوٹنے والا
بچوں کو یتیم کرنے والا، عورتوں کو بیوہ بنانے والا۔ گھر برباد کرنے
والا۔ قبرستان آباد کرنے والا۔ اے نور دیدہ! اس سے کہو کہ اندر آئے
ان پر ملال الفاظ سے آپ کا یہما نہ صبر چھپک گیا۔ زار زار رونے لگیں،
حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جان پرور بندو
تیرے رونے سے حاملان عرش روتے ہیں۔ آپ نے جناب سیدہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے سے آنسو پوچھے اور کلمات تکبیر
فرمائے اور فرمایا کہ میرے حسنین کو لاؤ۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
دونوں صاحبزادوں کو سامنے لائیں۔ آپ نے ان کو سینہ مبارک
سے لگایا اور کہا حسن کو سیارت و نجابت اور حسین کو سعادت اور شجاعت

علیہ وسلم نے حضرت سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیقرار دیکھ کر پاس بلایا اور اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور فرمایا خداوند فاطمہؑ کو صبر دے۔

یومِ رحلت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شنبے کے دن بوقت نماز فجر حجرہ اہلہ کا پردہ مبارک اٹھایا جو مسجد اقدس اور حجرہ مبارک کے درمیان پڑا ہوا تھا، اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسرت فرمائی اور آپ کے لب ہائے مبارک سے مسکراہٹ نمایاں ہوئی کہ آج اللہ کی زمین پر آخر وہ جماعت قائم ہو گئی جو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور بہتر نمونہ بن کر خدائے قدوس کی یاد میں مصروف ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کے چہرہ انور کا وہ پُر نور منظر تھا کہ گویا قرآن پاک کا ورق کھلا ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس وقت یہ عالم تھا کہ سب کے سب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے

یہ فرما کر آپ ابدیدہ ہو گئے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا اے دختر نیک اختر میرے فرزندوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ہر وقت ان کی غمخواری اور دلداری کرتی رہنا۔ دونوں نور عین گلشن احمدی کے حسین روتے بلکتے تھے اور کہتے تھے نانا جان اب کون آپ کی طرح ہم کو پیار کرے گا اور اپنی پشت پر سوار کرے گا۔

کون ہم کو دوش پر بٹھلائے گا
پیار کر کے کون اب پھسلائے گا
بارغ جنت سے ہمارے واسطے
نانا میوے کون اب منگوائے گا
پاس اپنے اے رسول دو جہاں
کون شفقت سے ہمیں بلوائے گا
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدیدہ ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اے علیؑ فاطمہ یتیم ہوتی ہے۔ اس کی پاسداری اور خاطر داری ضرور کرنا، یہ فرما کر حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لے سرا اقدس کو حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے زانو پر رکھ دیا اور آنکھیں بند کر لیں، اس وقت چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہونے لگا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا زار و قطار روئے لگیں اور فرمایا اے بابا جان فاطمہؑ کی جان آپ پر قربان ذرا آنکھیں کھولئے اور مجھ سے بولئے آنحضرت صلی اللہ

مصحفِ روئے پر نور کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور اس نورانی نظارے سے صحابہ کرام کچھ ایسے بے قابو ہو رہے تھے کہ نماز ٹوٹ جاتی۔ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت امام تھے۔ خیال کیا کہ حضور کا ارادہ نماز میں تشریف لانے کا ہے لہذا آپ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے اشارے سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ حضور کا یہ اشارہ مبارک صحابہ کرام کی تسکین کا باعث ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ مبارک چھوڑ دیا۔ اور یہ نماز جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ ہی نے مکمل فرمائی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی دوسری نماز کا وقت نہ آیا۔

(از رحمۃ اللعالمین بحوالہ بخاری)

اس کے بعد جب کچھ دن چڑھا تو آپ نے اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی جس سے وہ رو پڑیں پھر کچھ فرمایا جس سے وہ ہنس پڑیں جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آخری دن رحلت سے قبل حضور رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو اپنے قریب بلا کر کچھ آہستہ آہستہ کان میں فرمایا۔ جس سے جناب سیدہ رونے لگیں۔ حضور نے پھر کچھ آہستہ آہستہ کان میں فرمایا تو اب ہنس پڑیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جناب سیدہ خاتون سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یا کہ اول حضور نے فرمایا کہ میں اب دنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔ یہ سن کر میں تاب نہ لاسکی، اور کثرتِ غم سے رو پڑی۔ دوسری بات بابا جان نے یہ فرمائی کہ اے بیٹی تم گھبراؤ نہیں۔ اہلبیت میں سب سے پہلے تم ہی میرے پاس پہنچو گی (یعنی انتقال ہوگا) یہ سن کر میں خوش ہو گئی۔

اسی دن سرکارِ ابدی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی بتول کو سیدۃ النساء العالمین ہونے کی بشارت عطا فرمائی۔ حسن حسین علیہما السلام کو بلا کر چوما اور ان کی توقیر و احترام کی وصیت فرمائی جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کے کرب کو دیکھ کر جو شدتِ مرض کے باعث تھا۔ فرمایا آہ میرے باپ کی تکلیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹی اتھارے باپ کو آج کے بعد کچھ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ (از بخاری)

۱۔ بحوالہ صاحب مدارج النبوة "سب سے پہلے جو چہرہ نماز پڑھے گا وہ میرا پروردگار ہے" "اول کسی کہ نماز گزارد بر من پروردگار من است" ۲۔ از مدارج النبوة من تصنیف حضرت مولانا شیخ عبدالحی محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۲۳ مطبوعہ مخزن المطابع سنہ ۱۳۷۶ھ

پھر اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفن کس کپڑے کا دیا جائے اور یہ نور الہی کس نقاب سے مخفی کیا جائے۔ فرمایا یہی لباس جو میرے بدن پر ہے۔ کفایت کرے گا۔ اور جو چاہو صلہ یعنی یا مصری یا کوئی اور سفید کپڑا یا جیسا چاہو پوچھا یا رسول اللہ جنازے کی نماز کون پڑھائے گا۔ اتنے میں کسی سے ضبط نہ ہو سکا اور سب بے اختیار رونے لگے (مدارج النبوة)

ہائے دنیا سے چلا جائے والا اپنا
چھتا ہے ہم سے شہ نیرت بلحا اپنا

وہ مسافر ہے کوئی دم کا! جسے کہتے ہیں
زیب لولاک لما زینت طہ اپنا
اب کوئی دم میں یہ چھپ جائیگی صورت افسوس
ہائے اب کون یہاں ہوگا سجا اپنا

وہ چلے دہرے تھی جن سے درستی دل کی
منہ کو آجائے نہ کس طرح کلیجہ اپنا
یا دوائے گئی ہمیں آپ کی شفقت جس دم

حال بگڑے گا جدائی سے نہ نہ کیا کیا اپنا
چھوڑے جاتے ہیں ہمیں آپ بتائیں کس پر
کوئی ملنے کا تباد تیجے ذریعہ اپنا

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر فرمائی اور ارشاد کیا کہ جس وقت ہنسا کر مجھے کفناؤ قبر کے پاس رکھ کر ایک لحظہ علیحدہ ہو جاؤ، پہلے میرا پروردگار مجھ پر خاص رحمت نازل فرمائے گا یہ پھر میرے جنازے کی نماز حضرت جبریل علیہ السلام، پھر اسرافیل علیہ السلام پھر ملک الموت مع اپنی فوج کے پڑھیں گے۔ بعد اس کے اہل بیت کی عورتیں اس کے بعد تم لوگ اگر میرے جنازے کی نماز پڑھتے جاؤ بعد اس کے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزرائیل کو بلایا۔ ملک الموت نے حاضر ہو کر عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے مجھ کو آپ کا فرماں بردار کیا ہے اور حکم ہے کہ بے اجازت قبض روح نہ کروں اور حضور بخوشی خاطر حکم فرمائیں تو بہتر ورنہ اسی طرح واپس جاؤں، ارشاد ہوا، جبرائیل کو کہاں چھوڑا۔ عرض کیا آسماں پر فرشتے رسم تعزیت کے لئے اس کے پاس آتے ہیں، وہ حضور کی عزا دار ہا میں مصروف ہے۔ اتنے میں جبرائیل امین حاضر ہوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبرائیل ایسے وقت میں

۱۔ از مدارج النبوت من تصنیف حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ ۵۲۷، ۳ مطبوعہ فخر المطابع ۱۳۷۰ھ

امت کا اگر کوئی شخص تمام عمر جرم حصیال میں آلودہ رہے اور موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے تو میں سب گناہ اس کے بخش دوں گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کا حال کسی کو نہیں معلوم شاید ایک سال پہلے توبہ نصیب نہ ہو سکے۔ ارشاد ہوا کہ ایک مہینہ پہلے توبہ کرے۔ فرمایا! یہ بھی بہت ہے۔ حکم ہوا کہ ایک ہفتہ پیش از مرگ توبہ کرے۔ فرمایا ایک دن بھی بہت ہے۔ خطاب آیا ایک ساعت قبل از مرگ توبہ کرے۔ فرمایا ایک ساعت بھی بہت ہے۔ شاید میسر نہ ہو۔ آخر حکم ہوا اگر تمام عمر گناہوں میں گزاری ہو اور مرتے دم آنکھوں سے آنسو بہائے یا اپنے اعمال یاد کر کے پشیمان ہو تو میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ اور اگر پشیمان بھی نہ ہو تو میں تیری شفاعت سے نجات دوں گا۔ الغرض جب یہ کل مراتب طے ہو چکے تو آپ نے فرمایا اے جبرئیل اب مجھے تین باتوں کی اور تمنا ہے۔ امیدوار ہوں کہ وہ بھی میسر۔ پروردگار پوری کرے۔ اول یہ میری امت پر شامت گناہ سے دنیا میں عذاب نہ ہو، دوسری یہ کہ قیامت کے دن میری شفاعت گنہگار ان امت کے حق میں قبول فرمائیے۔ تیسری یہ کہ ہر ہفتہ میں دو بار امت کے اعمال سے مطلع ہوتا رہوں کہ مجھ کو اپنی امت

مجھ کو تنہا چھوڑا۔ فی الحال مجھ کو سفر آخرت درپیش ہے۔ کوئی خوشخبری سنائیے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ مشتاق جمال حضرت ہے اور آتش دوزخ افسردہ اور بہشت آراستہ و پیراستہ ہے۔ حورانِ بہشی حلاہ فردوسی سے مزین ہیں۔ ملائکہ صفت بہ صفت آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہیں کہ آپ کی روح پر فتوح تشریف لاتی ہوگی۔ آپ نے فرمایا، اس کے سوا اور کوئی خوشخبری امت کی سنائیے۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تک آپ اور آپ کی امت بہشت میں نہ جائے گی اس وقت تک کل انبیاء پر اور کل امتوں پر بہشت حرام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ہر دم اپنی امت ملال ہے اور ہر وقت یہی خیال ہے کہ قیامت کے دن کیا معاملہ ان کے ساتھ ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ سن کر جناب اہدیت میں عرض کیا بارخدا یا میں نے سب بشارتیں سنائیں، لیکن خاطر اذیت تیرے محبوب کی اب تک مطمئن نہیں ہوتی۔ کچھ اور مزیدہ چاہئے۔ جس سے مزاج عالی تیرے محبوب کا مسرور ہو۔ حکم ہوا کہ میرے حبیب سے بعد سلام کے کہو کہ آپ کی شفاعت سے میں اتنے لوگوں کو بخشوں گا کہ آپ راضی اور خوشنود ہو جائیں گے، اور آپ کی

کی مفارقت کا ہرگز تحمل نہیں۔ اگر ان کے اعمال نیک سنوں گا تو ان کے نامہ اعمال میں لکھوں گا کبھی نہ میٹ سکیں۔ اگر بُرے عمل ظاہر ہوں گے تو استغفار کر کے نامہ اعمال محو کر ادوں گا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور جناب احادیث جل شانہ سے خوشخبری لائے کہ حق تعالیٰ نے یہ تین باتیں بھی قبول فرمائیں۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** اے عزرائیل! اب اپنا کام کر۔ چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام جب احکم قبض روح پر فتوح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف ہوئے شدتِ جاں کنی اور سکرات اس قدر تھی کہ رنگ چہرہ مبارک کا کبھی سرخ ہو جاتا ہے اور کبھی زرد۔ ایک پیالا پانی کا سامنے رکھا تھا بار بار آپ اپنے چہرہ انور پر ملتے تھے۔ اور فرماتے تھے **اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ سَكْرَاتِ الْمَوْتِ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ**۔ ملک الموت سے پوچھا کہ جاکنی میں اس قدر ادوں کو کبھی تکلیف ہوتی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس قدر تکلیف ادوں پر ہوتی ہے اس کا عشر عشر بھی آپ کے واسطے نہیں۔ یہ سنتے ہی آبدیدہ ہو کر فرمایا اے عزرائیل! جتنی شدت اور تکلیف نزع روح کی میری امت پر ہو آج اُنکے

عوض سب مجھ پر تمام کر کہ میری امت ضعیفہ اس رنج و اذیت سے محفوظ رہے۔ عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یا شفیع المذنبین آپ اس کا کچھ غم نہ فرمائیں۔ اس طرح ماور شفقہ سوتے لڑکے کے منہ سے پستان نکال لیتی ہے اسی طرح آپ کی امت کی روح باسانی قبض کروں گا۔ **نظم**

بولے کمزور بہت ہائے ہے امت میری

اس پہ کیا گزرے گی بیکل ہے طبیعت میری

سختی نزع تو کر اس کی محمد یہ تمام
اُس کو تکلیف نہ ہو ہے ہی راحت میری

صدے کیونکر یہ سہے گی امی امت ہے ضعیف

میں نے نازوں سے ہے پالا یہ ہے دولت میری

اُس پہ تکلیف جو ہوتی ہے وہ مجھ پر ہو جائے

ملک الموت نہ کر اس میں رعایت میری

دل کی خواہش ہے عوض اُسکے اٹھاؤں صدے

رنج پہنچے نہ اُسے ہے یہ محبت میری

حال بگڑے گا مگر تو بلا سے بگڑے

یاد رکھے گی وہ تاحشر عنایت میری

کیا مسواک لے لوں۔ آپ نے فرق انور سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔! میں نے مسواک لے کر اسے چبایا اور نرم کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے مسواک اپنے دہن مبارک میں ڈال کر ادھر ادھر پھیرا اور دست مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے زبان مبارک سے فرمایا۔ اللّٰهُمَّ الرَّفِيقُ الْاَعْلٰی پس اسی وقت آپ کا دست شریف نٹک گیا۔ پتلی اقدس اوپر کو اٹھ گئی (از بخاری شریف) بارہ ربیع الاول شریف ۱۱ھ ہجری بروز دوشنبہ بوقت چاشت آفتاب نبوت نے عالم ظاہری سے رحلت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ اَفَاَنْ مِتَّ فَصَمَّ الْخَالِدُوْنَ۔
روح مبارک صرف چند لمحہ کے لئے جدا ہو کر پھر اسی قالبِ انور میں بحکم الہی داخل ہوئی اور قیامت تک داخل رہے گی۔ لہذا یہ ایمان اہل سنت والجماعت کا ہے کہ آپ حیات النبیؐ میں ص ۵۲۹ صحیح بخاری کی احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے اور بعض محقق علماء نے کہا ہے کہ انبیا علیہم السلام کی بنیاد اور عدم میراث اس لئے ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ بالخصوص سید المرسل صلی اللہ علیہ من الصلوٰت افضلہا ومن التحیات اکملہا۔ میراث تو مردوں کی ہوتی ہے نہ کہ زندوں کی (چنانچہ آپؐ زندہ ہیں) کیونکہ آپ

اس کی تکلیف کو کیوں لے کر فراموش کروں
ہائے کس کام پھر آئے گی نبوت میری
نقل ہے کہ ایام مرض میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سات دینار سُرخ تھے کہ سب فقرا و مساکین کو دے ڈالے اور نزع روح کے وقت چراغ میں تیل میسر نہ ہوا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک ہمسائے سے فرمایا کہ اگر تھوڑا سا تیل گھر میں ہو تو لاؤ کہ سلطانِ دین شمعین اس وقت حالت نزع میں ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک ہے کہ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میری باری کے دن میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے، اس عالم ظاہری سے پردہ فرمایا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آخری وقت میں میرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ملا دیا، اس طرح کہ بوقت حالت نزع میرے بھائی یعنی عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے ان کے ہاتھ میں ایک تازہ مسواک تھا۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک پر نظر ڈالی۔ میں نے آپ سے عرض کیا

بنی آدم کے مبداء حیات اور بقا ہیں۔ بلکہ تمام اجرائے عالم کے بحکم ”کُلِّ نَفْسٌ ذَاقَةُ الْمَوْتِ“ و بحکم ”اِجْرَائِے سُنَّتِ الْهَبِی جِلِّ وَعِلْمَا“ موت (تو آتی ہے اور آئے گی.... لیکن) موت اور میت کا اطلاق بھی حضور سرور کائنات کے متعلق ”گراں“ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس ذکر کو ”بہ عبارت دیگر“ ادا کریں امام مالک تو لوگوں کے اس قول کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں ”ذَرَّتْ قَبْرَ النَّبِیِّ“ کہنا تو یہ چاہتے ہیں کہ ”ذَرَّتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّ جَانَا چاہتے کہ حیات انبیاء ”متفق علیہ“ ہے۔ علماء امت حیات شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ کی حیات پر متفق ہیں۔ حیات انبیاء حیات حسی و نیادی ہے۔ ابو العلیٰ بن نقل ثقات حضرت انس بن ملکؓ یہ حدیث پیش کرتے ہیں ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّبِيَّ إِحْيَاءٌ فِي قَبْرِهِمْ لِيُصَلُّوا عَلَيْهِمْ“ نسائی نے باسناد صحیح حضرت مسعود سے حدیث پیش کی ہے کہ سرور کائنات نے فرمایا ”كَرَّحَقِّ سَجَانَهُ تَعَالَى نَفْسَتَيْهِ لِيُصَلُّوا عَلَيْهِمْ“ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مامور کر دیا ہے کہ زمین پر گھومتے رہیں اور میری امت کے صلوة و سلام کو میرے پاس پہنچاتے رہیں“ یہ بات ان لوگوں کے لئے جو وہاں موجود نہیں ہیں اور جو لوگ وہاں موجود ہیں ان کے حق میں دو حدیثیں ہیں۔ ایک کا مقصد یہ ہے

کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کو سنتے ہیں اور بہ نفس نفیس جواب سلام دیتے ہیں۔ بلکہ اپنی زندگی والی عادت شریف کے مطابق سلام میں مبادرت فرماتے ہیں۔

دوسری حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اس حالت میں بھی ایک فرشتہ موکل ہے جو سلام پیش کرتا ہے اور یہ بالکل ایسا ہی جیسا کہ ملوک و سلاطین بارگاہ میں مقرر ہے۔

امام عبدالحق ابن عباسؒ سے باسناد صحیح پیش کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے اس کو اہل قبر جواب سلام دیتے ہیں۔ اس میں متعدد بار روایت آچکی ہیں۔ جب یہ بات عام مومن کی شان میں ممکن ہے تو چہ جائیکہ حضور کریم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے سیاہ فرشتے زمین پر مقرر فرما رکھے ہیں، جو امتیوں کے اعمال میرے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ مختارے اعمال جو بہتر ہوتے ہیں ان پر شکر ادا کرتا ہوں اور جو برے ہوتے ہیں ان کے لئے استغفار کرتا ہوں۔

حضور کی دیگر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کے ذکر بیشتر آئے

نماز کا بھی ذکر ہوا ہے پھر حضور کی حیات میں کیا گنجائش (شک) بہت سی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ انبیاء و چالیس دن کے بعد قبروں میں چھوڑے نہیں جاتے بلکہ روبروئے حق تعالیٰ نماز ادا کرتے ہیں، اس وقت تک نماز ادا کرتے رہیں گے جب تک صورت نہ پھولنا جائے۔

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جمعہ کے دن مجھ پر صلوٰۃ زیادہ کہو۔ کیونکہ تمہاری صلوٰۃ میرے سامنے پیش کی جاتی ہے" لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ہماری صلوٰۃ آپ تک کیسے پہنچتی ہے۔ کیونکہ آپ تو پوشیدہ ہو جائیں گے" حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا کہ "حق سبحانہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھالینا حرام کر دیا ہے" اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی زندگی دنیاوی جسمانی زندگی ہے۔ نہ روحانی جیسے شہدائی۔

حدیث نبوی شریف میں ہے کہ "مومن کی قبر وسیع و کشادہ کر دی جاتی ہے۔ پھر آپ کے مسکن کا کیا کہنا کا کیا کہنا۔ آپ کا مع جسم شریف آسمانوں اور زمینوں میں رہنا مرتبہ اعلیٰ و اکمل ہے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا آپ نے "میں اپنے

پروردگار کے نزدیک گرامی تر ہوں۔ چنانچہ تین روز کے بعد مجھ کو قبر میں نہیں چھوڑا سکتا۔

بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ "اہل قبور کو ادراک و سماع حاصل ہے" الغرض یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کی حیات حیات حسی و نیاوی ہے اور حق تعالیٰ آپ کے جسد انور کو وہ کیفیت اور قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف آوری کے شرف سے نوازتے رہیں خواہ وہ جگہ آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں ہو۔ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرما رہی ہیں زار زار رہیں اور فریاد کرتی تھیں کہ والد بزرگوار آپ نے دعوت حق قبول فرمائی۔ اے باباجان اب جبرئیل علیہ السلام میرے گھر کا ہے کو آئیں گے۔ بغیر آپ کے وحی الہی کس پر آئے گی۔ افسوس اب حسینؑ کی پاسداری کون کرے گا۔ خداوندا! میری روح کو باباجان کی روح سے ملا دے بارخدا یا! مجھے اپنے محبوب کی زیارت سے بے نصیب نہ رکھ اور قیامت کے دن مجھے بابا کی شفاعت سے محروم نہ کر فریق پدر میں۔ دن رات ہمیشہ روتی تھیں پھر زندگی بھر آپؑ کو بھی نہ نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن فرمایا کہ آپ ہر وقت ملول اور غمگین نہ رہا کیجئے۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ مجھ کو

فراقِ پدر میں رونما ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ (مدارج النبوة)

باپ کو سب سے زیادہ تھی محبت میری
ہائے کس طرح گوارا ہوئی فرقتِ میسری
یک بیک ہو گئی برگشتہ جو قسمتِ میری
لٹ گئی گردشِ افلاک سے دولتِ میری

روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روتی تھیں کہ افسوس نبی آخر الزماں جو امتِ عاصی کے غم میں ایک رات باطنیان تمام نہ سوئے اور ایک دن بھی جو کی روٹی آسودہ ہو کر نہ کھائی۔ جس کے گوہرِ ندان سنگِ جفا سے شہنید ہوئے اور صبر و شکر کے سوا زبان سے کچھ نہ کہہ ساری ساری رات دو رکعت میں ختم کر دی۔ یہاں تک کہ آپ کے پائے مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ شب و روز امتِ عاصی کے غم میں روزانہ دن کا کھانا نہ شب کا سونا سب کا فور تھا۔

اصحابِ کبار جو مسجدِ نبوی میں معتکف تھے۔ اہل بیت کے رونے کی آواز سن کر بیتاب و بیقرار ہو گئے۔ مسجدِ نبوی میں شورِ قیامت برپا ہو گیا۔ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکنتہ ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال تھا کہ

تڑپتے اور زار زار روتے تھے۔ بعضے سکتے کی حالت میں ایک کانٹہ ٹکتے تھے۔ بعض حواس سے خود فراموش تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں آئے اور چادر مبارک چہرہ انور سے اٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ اے بار خدایا اپنے حبیب کو میرا سلام پہنچا۔ مجھ کو جلد اپنے محبوب کے پاس بلا۔ ناقہ سواری ایسا سنگین ہو کہ نہ کچھ کھاتا نہ پیتا تھا۔ آخر تین دن کے بعد مر گیا اور دراز گوش کوئیں میں لگ کر ہلاک ہو گیا۔

روایت ہے کہ انتقال کے وقت سے دفن کے وقت تک مدینہ ایسا تاریک ہوا کہ اپنی آنکھ سے اپنا ہاتھ نظر نہ آتا تھا۔ اور نہ ایک دوسرے کا منہ سو جھٹا تھا۔ فی الحقیقت جب ایسا آفتاب رسالت دنیا سے اٹھ جائے کسی کر زمین و آسمان کیوں نظر آئے الغرض آپ کی وفات کے بعد اہل بیت اہلار اور اصحابِ کبار موافق و وصیت غسل و تجنیر و تکفین عمل میں لائے اور نماز جنازہ نوبت بہ نوبت مطابق حکم پڑھے گئے (حضور سرور کائنات ص ۵۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز باجماعت نہیں ہوئی۔ لوگ آپ کے سامنے آتے تھے اور بے جماعت نماز ادا کرتے تھے۔ اور باہر آجاتے

تھے۔ اس کے بعد دوسری جماعت داخل ہوتی تھی اور نماز ادا کرتی تھی۔ جسم شریف بھی اسی مکان میں تھا، جہاں غسل دیا گیا تھا۔ اس میں (سب سے) پہلے مرد داخل ہوئے اور جب مرد (نماز سے) فارغ ہو گئے تو عورتیں اندر آئیں۔ عورتوں کے بعد لڑکوں نے اسی طرح ادا کی جیسے صفوں کی ترتیب جماعت میں ہوا کرتی ہے اور کسی شخص نے بھی جنازہ شریف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت نہیں کی۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ جبنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت نہیں کی۔ کیونکہ آنحضرت علیہ السلام حیات و ممات دونوں ایام میں تمہارے امام ہیں اور یہ آنحضرت علیہ السلام کے خواص سے ہے کہ نمازیں متعدد ہوئیں اور تنہا پڑھی گئیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ پہلے جن لوگوں نے آپ کے سامنے نماز ادا کی وہ آپ کے اہل بیت تھے یعنی علی و عباس اور بنو ہاشم ان کے بعد مہاجر آئے (مہاجرین) کے بعد انصار آئے۔ لوگ جوق در جوق آئے اور نماز ادا کی روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض سے پہلے خبر دی تھی اپنی وفات کی۔ (از مدارج النبوة ص ۵۲)

بعدہ دفن کیا گیا۔ قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت

کرتے ہیں کہ جس وقت جد مبارک کو قبر میں رکھا اس وقت لہبائے مبارک ملتے تھے اور آہستہ آہستہ فرماتے تھے یَا رَبِّ اُمَّتِیْ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اے عاشقانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو جانے کا مقام ہے کہ ہمارے آقا سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی امت کو نہ بھولے۔ اب ناظرین و سامعین خور چشم انصاف سے بغور دیکھیں کہ اس شافعِ محشر کو اپنی امت کی کس قدر محبت و الفت ہے کہ اپنی امت کی رہائی اور سفارش زبان پر جاری ہے۔ لیکن آج کل اس امت کا کیا حال ہے۔ نہ روز کے نہ نماز کے.... ہاں دشمنِ اناج کے ضرور ہیں۔ خدا و رسول کے فرمان پر عملِ قطعی نہیں کرتے اور اپنے کو لپٹی اور بے عزتی کے غار میں گرا رہے ہیں اور موت کو بھولے ہوئے ہیں۔ دنیا پر ریگھے ہوئے ہیں اور یہ نہیں خیال کرتے کہ نبوی دنیا دولتِ عقبیٰ کو پامال کر رہی ہے۔ (از مدارج النبوة)

یادِ خدا تو کرو بھائی موت کا دن نکپا نا ہے
قبر اندھیری کوئی نہ اپنا کیسا تنگ ٹھکانا ہے
احق کب اس بات کو سمجھے سمجھے وہی جو دانا ہے
احق وہی جو موت کو بھولا دینا پر دیوانا ہے

۴۲

راوی لکھتا ہے کہ بعد وفاتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر صدقات اصحاب کبار اور ازواجِ مطہرات پر گزرے ہیں ان کا اظہار تحریر سے باہر ہے۔ چنانچہ بعضے قوتِ گفتار اور بعضے طاقتِ رفتار سے فارغ ہو گئے۔ بعضے مر گئے اور ملکِ شام کو چلے گئے اور فراقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات دن زار و قطار روتے اور تڑپتے تھے بعد چند مدت کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ ہم پر تو نے جفا کی جو ہمارے جو اہل رحمت سے دو چلا گیا۔ اب تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ اس خاک سے اٹھ اور مدینے کو روانہ ہو جاؤ اور عمر وچیں گزار دے۔ اس قدر فرما کر حضور تشریف لے جانے لگے، تو اس مجروح کی آنکھ کھل گئی، حضور کو وہاں نہ پایا تو نہایت بیچین ہوئے اور جوشِ رقت پھر زیادہ ہو گیا، اور یہ کہتے ہوئے مدینے کی راہ پکڑی ہے۔

نظم

در مصطفیٰ کا نظارہ کروں میں

وہیں عمر جا کر گزار کروں میں

مدینے کی گلیوں میں پھر پھر کے ہر دم

محمد محمد پکارا کروں میں

۴۳

قریب ہو کے بھی میں بعید ہو رہا ہوں
اے آقا یہ کیسے گوارا کروں میں
تصویر میں ہر دم رہے روئے زیبا
نظارا یہ ہر دم تھارا کروں میں
جو ملتا ہے محمود انہیں سے ملے گا
کسی غیر کا کیوں سہارا کروں میں

الغرض حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے پہلے تو زورِ عنہ مبارک پر گئے اور مقدانور کو آنکھوں سے لگایا تو دلِ بنیاب کو تسکین ہوئی۔ پھر وہاں سے فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کے لئے آستانہ مبارک کو چوم کر عرض کیا، اے سیدہ خاتونِ غلام دیر سے حاضر ہے۔ اس کا سلام قبول فرمائیے۔ اندر سے آواز آئی، وہ یہاں کہاں ان کو باپ کی جبرائی گوارا نہ کھلی۔ خدمتِ والا میں تشریف لے گئیں۔ جب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روح فرسا جملہ سنا پتھر سے سر کو پھوٹا اور نہایت بنیابی سے زار زار رونے لگے۔ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما گھر سے باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر کمالِ درجہ کا صدمہ گزارا۔ راوی

سے فیض یاب فرمایا۔ نظم

جونبی سے قریب ہیں بخدا

وہ بڑے خوش نصیب ہیں بخدا

جو خدا کے حبیب کے ہیں حبیب

وہ خدا کے حبیب ہیں بخدا

قسم اللہ کی ہمارے نبیؐ

دردِ دل کے طبیب ہیں بخدا

آپ ہی کالی کلمی وا لے نبیؐ

مولوس ہر غریب ہیں بخدا

کیوں نہ محمود ہوں وہ اے محمود

جو فدائے حبیب ہیں بخدا

بیانِ وقتِ حضرت سیدہ خاتونِ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

روایت ہے کہ بعدِ وفاتِ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا اندھیری ہو گئی۔ ہر طرف غم کی گھاگھا آئی۔ آسمان وزمین میں ایک زلزلہ پڑ گیا۔ دلوں میں خنجرِ الم گزر گیا۔ اہل مدینہ نے

لکھتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کی خبر شہر میں پھیل گئی۔ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مدینے آئے ہوئے ہیں پس ہر خاص و عام ان کی ملاقات کو آیا اور نہایت اصرار سے کہا کہ آپ حسب معمول اذان کہیں۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عذر کیا کہ میری اذان کا اب قدر دان ہی دنیا میں نہیں۔ آہ اب کس کو اذان سناؤں اور کس زبان سے اذان کہوں۔ کیونکہ جب میں اذان کہتا تھا تو آقائے نامدراصلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انگلی سے اشارہ کرتا تھا۔ اب کس کی طرف اشارہ کروں گا۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مبالغہ فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے پر رضامند ہوئے اہل مدینہ گرد و پیش جمع ہوئے جس وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہم اکبر کہا ہے لوگوں میں کہرام مچ گیا اور جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہہ کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا تو ایک آہ ایسی کھینچی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس میں گم ہو گئے، اور باہر مسجد سے غش کھا کر گر پڑے اور روحِ نفسِ عنصری سے نکل کر واصلِ محبوب ہو گئی اور ہاتھ مرقدِ نور کی طرف اٹھ گیا۔ حضور اکرم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طالبِ دیدار کو شہر پھیل

آہ وزاری کے نعرے عرض تک پہنچائے۔ سارے اصحاب کبار اور اہل بیت اطہار کے شیشہ ہائے دل رنج و غم سے چور چور ہو گئے۔ لیکن جبار رنج و الم سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مفارقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہوا۔ اس کا بیان حد تحریر و احاطہ تقریر سے باہر ہے۔

روایت ہے کہ پانچ ہستیوں کے برابر دنیا میں کوئی نہیں رویا۔ اول حضرت آدم علیہ السلام بسبب گیموں کھانے کے بہشت سے باہر آئے اور تین سو برس تک برابر روتے رہے یہاں تک کہ گوہر دندان مبارک دونوں رخساروں سے نظر آتے اور ایک ندی ان کے آنسوؤں سے جاری ہو گئی۔ تمام چرند اور پرند اس کو پیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ہی میٹھا پانی ہے آدم علیہ السلام یہ سن کر اور زیادہ روتے تھے کہ جانور بہتے ہیں میرے رونے پر۔ ندا آئی۔ اے آدم یہ سچ کہتے ہیں جو کوئی ہم سے ڈر کر اور نادام ہو کر اپنے گناہوں پر روتا ہے، وہ آنسو واقعی شہد سے زیادہ شیریں ہوتے ہیں دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے فراق میں اتنا روتے کہ آنکھیں سپید ہو گئیں۔ تیسرے حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں بہت زیادہ روتے۔ چوتھے حضرت فاطمہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فراق پدر میں اتنا روتیں کہ اہل مدینہ گریہ شب روئے اور آہ جگر سوز سننے کی تاب نہ لاسکے۔ پانچویں حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد شہادت پدر بزرگوار حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چالیس برس تک حیات رہے، باپ کی تنہائی اور مصیبت کو یاد کر کے خون کے آنسو روتے، کسی وقت رونا ترک نہ کرتے اور حیب پانی پیتے تو باپ کی پیاس یاد کر کے زازاڑتے جب کھانا آگے آتا تو باپ کی بھوک یاد کر کے اتنا روتے کہ کھانا آنسوؤں میں ڈوب جاتا۔ کبھی سیر ہو کر پانی نہ پینے، ہر دم آب انماس آنکھوں سے بہاتے رہتے لوگ عرض کرتے حضرت آپ کو اپنی جان پیاری نہیں اتنا کیوں روتے اور بیقرار ہوتے ہیں۔ صبر فرمائیے آپ فرماتے کہ میں مجھ پر خود روتی ہے آآ کے مصیبت میری۔

نظم

کوئی گل باقی رہے گانے چمن رہ جائیگا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم صنوبر و باغ میں ہے کوئی دم کا چھہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

ہلے مکڑے مر اس غم سے جگر ہوتا ہے
 آپ کے دل پہ نہیں اس کا اثر ہوتا ہے
 الغرض ایک روز روتے روتے سو گئیں کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت
 سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سر ہانے کھڑے ہیں اور چاروں طرف
 دیکھ رہے ہیں۔ گویا کسی کی تلاکش میں ہیں۔ حضرت سیدہ خاتون
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رو کر پوچھنے لگیں بابا جان آپ کہاں ہیں۔
 آپ کی لاڈلی فاطمہؑ آپ کی جدائی میں بیقرار سینہ فگار ہے۔ اپنے
 جینے سے بیزار ہے۔ اب تابِ دوری نہیں طاقتِ مجوری نہیں
 منتظر ہوں کہ موت کب آتی ہے کب بابا جان سے ملاتی ہے۔ اللہ
 مجھ پر رحم فرمائیے۔ قید مہستی سے مجھے جلد چھڑائیے اور اپنی خدمت
 میں مجھے بلائیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے
 جان پد میں بھی یہاں دم بسر دیکھ رہا ہوں۔ دردِ جدائی میں بیقرار
 ہوں اور فرمایا کہ نور دیدہ اب مجھے بھی تابِ مفارقت نہیں زمانہ فراق
 گزر چکا اب تمہارے آنے کا منتظر ہوں اب تم بہت جلد زندانِ محبت
 سے بوستانِ رحمت میں آیا جاہتی ہو۔ کل انشاء اللہ تم میرے پاس ہوگی
 چہب یہ فردہ فرحت ازل یعنی باپ سے ملنے کی خبر سنی تو دل باغِ باغ
 ہو گیا۔ اہل مدینہ جو آپ کی گریہ و زاری سے نہایت پریشان و حیران

نام شاہانِ زمانہ مط جائیں گے لیکن یہاں
 حشر تک نام و نشانِ پنجتن رہ جائے گا
 جو پڑھے گا صاحبِ لو لاک پر ہر دم ورود
 آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائیگا
 الغرض حضرت سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گریہ و زاری
 شب و روز جاری تھی یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے لوگ بہت ناچار
 ہو گئے اور جناب سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں
 جا کر عرض کیا کہ یا نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اگر دن میں
 رو یا کریں تو رات میں آرام فرمایا کریں تاکہ ہم لوگوں کو کبھی آرام ملے
 جب آپ نے اہل مدینہ کی یہ حالت دیکھی تو قبرستانِ بقیع میں
 تشریف لے جاتیں اور زار زار رو یا کرتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 نے وہاں ایک حجرہ بنوایا۔ جس کا نام بیتِ الحزن رکھا۔ حضرت سیدہ
 خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزانہ وہاں تشریف لے جاتیں اور
 باپ کی جدائی میں زار زار روتیں اور روضہ اقدس سے لپٹ کر
 آپ کی جدائی میں بیقرار ہوتیں آہ سر دیکھتیں اور عرض کرتیں
 ہائے دیکھو تو مجھے فاطمہ زہرا ہوں میں
 آخری رونے کو آئی کہیں بابا ہوں میں

۵۰

رہتے تھے ان کو اپنے انتقال کی خبر اس طرح سنائی ہے

دنیا سے جاکے اب نہ دوبارہ میں آؤنگی

تم کو نہ اپنی آکے مصیبت سناؤں گی

سن لینا رونے والی تمھاری گزر گئی !

ایذا تھی جس سے تم کو وہی آج مر گئی !

الغرض سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کے کام میں مشغول

ہو گئیں روٹی پکانے کو تھوڑا سا آٹا گوندھا اور تھوڑی سی مٹی شاہزادوں

کے سر مبارک دھونے کے لئے بھگوائی۔ پھر بچوں کے کپڑے دھوتے

جاتی تھیں اور غم پد میں روتی جاتی تھیں۔ اتنے میں حضرت علی

مرضی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے چشم و چراغ محمد

صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے کام سے تم کو کچھ کام نہ تھا، غم پد کے سوا

دم بھر آرام نہ تھا، آج خلافت عادت کاموں میں مشغول ہو مجھے بڑا

تعجب ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت سیدہ خاتون رضی اللہ

تعالیٰ عنہا نے رو کر فرمایا ہے

رو کے فرمایا میں اب تم سے جدا ہوتی ہوں

دیکھو دنیا کے میں اب غم سے رہا ہوتی ہوں

عمر آخر ہوئی اب تم پہ فدا ہوتی ہوں

۵۱

جاتی دنیا سے ہوں راہی برضا ہوتی ہوں

آٹا اس واسطے میں گوندھ رہی ہوں اس دم

ہو گا غم سب کو مرے آج بچپڑنے کا غم !

میرے مرنے کا بہت ہائے اٹھاؤ گے الم

کھانا پھر کون پکائے گا بتاؤ ہم دم

آج اس واسطے دھوتی ہوں میں ان کے کپڑے

ایک بار اور بہن لیں مرے دھوئے کپڑے

مانگ لیں پیار سے آج اور یہ ماں سے کپڑے

پھر طلب کس سے کریں گے مرے بچے کپڑے

مٹی اس واسطے ہے میں نے بھگوائی سرور

اپنے بچوں کے دھلا اور دور اکبار میں سر

کون لے گا مرے بچوں کی مرے بعد خبر

کوئی رکھے گا نہ یوں ان پہ محبت کی نظر

لاکھ شفقت سے رکھے باپ تو کیا ہوتا ہے

سایہ بچوں پہ بہت ماں کا بڑا ہوتا ہے

جب امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کلمات فراق سننے بے اختیار آنکھوں سے

انسوجاری ہو گئے اور فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابھی آپ کے آباجان کا داغ میرے دل سے نہیں مٹا تھا۔ کہ آپ کی جدائی کی خبر وحشت اثر سے دل پر غم چور ہو گیا۔ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اے علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مصیبت میں آپ نے صبر کیا تھا۔ اس تعزیت میں بھی صبر سے کام لیں اور اب آپ ایک دم میری نظر سے غائب ہوں کہ میرا آخری وقت قریب ہے اس کے بعد پھر دنیا میں آپ کو فاطمہؓ کا دیدار نصیب نہ ہوگا اور فرمایا بعد میرے بچوں کا بہت خیال رکھئے گا۔ کیونکہ نظم

یہ نوہال، دل چمن مصطفیٰ کے ہیں
یہ گلزار لال حبیب خدا کے ہیں

ان پر خدا جو ہیں وہ پیارے خدا کے ہیں

یہ نور عین عرش کے تارے خدا کے ہیں

الغرض حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں بچوں کو سینے سے لگا یا پیار کیا اور فرمایا کہ اپنی اماں جان کے لئے گورستان بقیع میں جا کر دعا کرو۔ دونوں صاحبزادے دعا کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آسمان کو بلا کر فرمایا کہ جب میرے دونوں نور عین حسین و حسن واپس آئیں

تو انھیں علیحدہ مکان میں بٹھا کر کھانا کھلانا۔ میرے پاس نہ لانا میری بیماری سے وہ گھبرا جائیں گے۔ جب دونوں صاحبزادے واپس تشریف لائے اور کھانا طلب کیا۔ اسماء نے حسب ارشاد جناب خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچوں کو علیحدہ مکان میں لے جا کر کھانا کھلانا چاہا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لاڈلے رو کر اسماء سے فرمانے لگے کہ اے اسماء ہماری اماں جان ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایا کرتی تھیں آج کیا ہے جو تو ہم کو کھانا تنہا کھلاتی ہے۔ اسماء نے عرض کیا۔ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی بی بی بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طبیعت ناساز ہے دونوں صاحبزادے یہ سن کر روتے ہوئے جناب سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجر مبارک میں حاضر ہوئے اور امان جان کو اس حال میں دیکھ کر زار زار رونے لگے جناب سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں جگر گوشوں کو بہت پیار کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر پہنچو ادیا۔ حضرت علی رضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ اب جدائی کا وقت ہے آپ میرے پاس بیٹھ جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھ کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جناب خاتون جنت

۵۵

رونے نہ پائیں فاطمہ زہرا کے لاڈلے
 کپلیں نہ ماں کے واسطے زہرا کے لاڈلے
 بیٹے جو ہیں علی کے تو زہرا کے لال ہیں
 پتلی نبیؐ کی آنکھ کے یہ تو نہال ہیں
 فاتے سے جب یہ ہوں انھیں کھانا کھلاؤ
 پیاسے ہوں میرے لال تو پانی پلاؤ
 رہتا سدا علیؑ مرے بچوں سے ہوشیار
 ہونے نہ پائیں لال مرے دیکھو بقیعہ ار
 چھاتی سے تم لگا کے انھیں کیجیو پیار
 تم منہ سے ان کے جھاڑیو والی مرے غبار
 پھر جناب خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علیؑ کو م اللہ
 وجہ کو چار وصیتیں فرمائیں۔ اول یہ کہ اگر مجھ سے کوئی ملال پہنچا ہو تو اسے
 معاف کیجئے۔ دوسرے یہ کہ میرے بچوں کو میرے بعد بہت عزیز رکھنا
 آنکھ سے ادھیل نہ ہونے دینا اگر ان سے کوئی قصور ہو تو اسے درگزر
 کرنا۔ تیسرے یہ کہ مجھے رات کے وقت دفن کرنا تاکہ جس طرح زندگی
 میں مجھے بیگانوں نے نہیں دیکھا ہے میرے جنازے پر بھی ان کی نظر
 نہ پڑے۔ چوتھے یہ کہ میرے مرنے کے بعد آپ مجھے بھول نہ جائیں،

۵۴

رضی اللہ تعالیٰ کے چہرہ مبارک پر کرنے لگے۔ بنت رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم نے آنکھیں کھول دیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو روتا ہوا پایا اور فرمایا اے علیؑ کرم اللہ وجہہ یہ رونے کا وقت
 نہیں ہے۔ آخری وصیت سننے کی گھڑی ہے حضرت علی رضی
 شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا فرمائیے آپ کی کیا وصیت ہے
 خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔

نظم

مجھ سے کبھی جناب کو پہنچا جو رنج ہو
 سر پر قضا ہے اب مجھے اللہ بخش دو
 بولے علیؑ زبان سے تم اپنی نہ یہ کہو
 تم بے خطا ہو بخشو علیؑ کے قصور کو
 فاتے پر فاتہ آپ نے بی بی سدا کیا
 مجھ سے نہ ایک دن کبھی شکوہ گلہ کیا
 طالب ہوئیں نہ مجھ سے تم اچھے لباس کی
 کھانے کی تھی زباں پہ شکایت نہ پیاس کی
 رکھنا حسن حسینؑ پہ الفت کی تم نظر
 مرنے کی میرے دلچسپوں ان کو نہ تم خبر

وہ کافور ہشتی جو جناب سید عالم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
سیدہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عنایت فرمایا تھا اسماء سے طلب فرمایا
اور کہا کہ مجھ کو اسی لباس میں جو بدن پر پہنے غسل دے کر دفن کرنا اور برہنہ
نکرنا اور اسماء سے فرمایا کہ اب حجرے سے باہر چلی جا کہ میں جناب باری
میں مناجات کروں گی۔ اسماء باہر چلی آئی دیکھا حضرت خاتون جنت
رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہی ہیں کہ خداوند!
بھئی بابا جان مصطفیٰ اور طفیل چشمان اشکبار محبوب خدا صلی اللہ
علیہ وسلم جو میرے اشتیاق میں ہیں اور برگریہ و زاری علی مرتضیٰ
شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو میرے رنج و جدائی میں بیقرار ہیں اور
پیارا جگر حسن مجتبیٰ اور لصدقہ شہدہ کامی حسین شہید کربلا میرے بابا جان
کی امت کو بخش دے اور ان پر رحم فرما۔ اسماء نے تھوڑی دیر انتظار
کرنے کے بعد آزدی کہ یا قرۃ العین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر
بھی کوئی جواب نہ ملا۔ اندر آ کر آپ کے روئے مبارک سے چادر
اٹھائی دیکھا تو آپ دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار کر بابا جان
کی خدمت میں تشریف لے گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط
نظم
ہیں محو خواب حسین و حسن زمیں کے تلے
عرب کے پاند ہیں، جلوہ فگن زمیں کے تلے

اور میری قبر پر ضرور آیا کریں۔ مجھے آپ سے بہت محبت ہے مجھے
قبر کی وحشت اور اپنی تنہائی کا عالم یاد آتا ہے تو بہت بڑا صدمہ دل پر
گھیرتا ہے۔ یہاں تو آپ کی محبت صبح و شام مجھ کینیز پر رہی اب بھر سے
گھر کو چھوڑ کر جنگل میں اکیلی سوؤں گی۔

نظم

تنہائی کے سوا کوئی اپنا نہیں وہاں
دکھ جس سے میں کہوں کوئی ایسا نہیں ہاں
جزا در اس کے کوئی کسی کا نہیں وہاں
اللہ کے سوا کوئی میرا نہیں وہاں
تنہا نہ چھوڑو مجھے میں واری تین دن
ہوتے بہت ہیں قبر میں ہاں کھاری تین دن
مرنے تمام قبر میں ناچار ہوتے ہیں
مرنے کے بعد ہائے وہ بے یار ہوتے ہیں
جاتے ہیں خالی ہاتھ وہ نادار ہوتے ہیں
تم سب سے فاتحے کے طلبگار ہوتے ہیں
اس کے بعد آپ نے غسل فرمایا عطر ملا اور جامہ اظہر پہنا اور
حجرہ مبارک میں بستر بچھا کر داہنی کروٹ قبلہ رو ہو کر لیٹ رہیں اور

رسول پاک کے قدموں سے جگمگا اٹھی
مری نگاہ کی اک اک کرن زمین کے تلے

تہہ زمین بھی مدینہ کی جستجو نہ گئی !
ہمارا جسم رہا گامزن زمین کے تلے

ادب سے اوہیساں فاتحہ پڑھو محمود
سکوت و یاس کی ہے انجمن زمین کے تلے

عبرت کرو

موت کا بھاری سفر ہے کچھ تو توشا چاہئے
ایک ایماں دوسرے پر سہز و تقویٰ چاہئے

ایک روٹی جو کی کافی ہے اسے دنیا کے بیج
جس کو قبر تنگ میں کل جا کے سونا چاہئے

عیش جنت ہے ہمیشہ مومنوں کے واسطے

چار دن یا دُخدا میں دل لگانا چاہئے

کل یہ سب اعضا بدن کے لاپتا ہو جائینگے
کچھ دعا زاری خدا سے آج کرنا چاہئے

ہوائے خلد چلی آرہی ہے جھونکوں سے
پڑے ہیں چین سے اور صے کفن زمین کے تلے

زمین سے پھول جو اگتا ہے یہ بتاتا ہے
پس کیسے کیسے حسینِ زمین زمین کے تلے

تو ایک خلد پہ اتر رہا ہے اے ضواں
کھلے ہوئے ہیں ہزاروں چین زمین کے تلے

محمد و علی و فاطمہ و حمیم و حسن
لگا رہے ہیں چین پنجتن زمین کے تلے

سکوں میں پا گیا منہ موڑتے ہی دنیا سے
رہا نہ کوئی بھی رنج و محن زمین کے تلے

لحد میں اپنی جو تنہائی سے میں گھبرایا
ہوئے انیس مرہے پنجتن زمین کے تلے

خدا کے بندے ہیں قرآن کی تلاوت میں
ہے جیتی جاگتی ایک انجمن زمین کے تلے

ہمارے ساتھ ہیں اعمال نیک کے زیور
بنے گی قبر ہماری دُہن زمین کے تلے

ہے مگر ہم لوگوں کے قلب و زبان کی جو کیفیت ہے معلوم ہے
 البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہے تو اس کی برکت سے حضور قلب
 میسر ہو سکتا ہے اور امید قبول بھی قریب ہے۔ منجملہ ان وسائل
 کے تجربہ بزرگان دین نقشہ نعل مقدس حضور سرور دو عالم
 فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت قوی البرکت سربل الاثر
 پایا گیا ہے۔ اس لئے اسلامی خیر خواہی باعث اس کی نہی کی
 تمثال خیر النعال صلی اللہ علیہ وسلم صاچہ فوق ذالرمال حسب روایت
 امام زین الدین عراقی محدث رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کی جائے کہ
 اپنے پاس رکھ کر برکات حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنے
 حاجات و معروضات جناب باری تعالیٰ میں قبول فرمائیں۔ اس
 نقش شریف کے آثار و خواص و فضائل کو کون شمار میں لا سکتا ہے
 مگر اس مقام پر ہم نہایت اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ علمائے
 محدثین محققین سے چند برکات اور کچھ کرامات مشتمل برذوق
 و شوق نعل کئے جاتے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ساتھ عشق اور محبت پیدا ہو اور بوجہ غلبہ محبت
 بلا تکلف آپ کا اتباع نصیب ہو جو اصل مقصود اور سرایہ نجات
 دنیوی و اخروی ہے۔ طریق توسل یہ ہے بہتر یہ ہے کہ آخر شب

گزارش مصنف :- اس میں جو کچھ غلطیاں ہو گئی ہوں ان
 پر جو صاحب مطلع ہوں وہ مہربانی فرما کر
 آگاہ فرمائیں کہ آئندہ طباعت میں ان کی صحت کر دی جائے اور
 صدق دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ آمین۔

حضور اکرم نور مجسمہ صلی اللہ علیہ وسلم

نقش نعل پاک عجیبہ و خوارق غریبہ کا بیان

حضرات اولیاء کاملین نے نقش نعل مبارک کی کرامتیں جو
 کچھ بچشم خود ملاحظہ فرمائی ہیں اور علمائے حقانی و فضلاء رحمانی
 نے بہ سند صحیح لکھا ہے کہ اس کو مولانا حاجی حافظ قاری اشرف علی
 صاحب تھانوی نے بھی حوالہ قلم کیا ہے بندہ ناچیز مولانا ہذا
 نے بغرض استفادہ برادران اسلام نقل کیا ہے۔

بعد الحمد والصلوة ناچیز اشرف علی عرض کرتا ہے کہ ان دنوں
 ہم لوگوں کے کثرت معاصی سے جو کچھ ہجوم بلیات صورت میں
 ظاہر ہے اس کا علاج بجز اصلاح اعمال و توبہ استغفار کے کچھ نہیں

میں اٹھ کر وضو کر کے جس قدر ہو سکے تہجد پڑھے اس کے بعد گیارہ بار درود شریف۔ گیارہ بار کلمہ طلبیہ۔ گیارہ بار استغفار پڑھ کے نقشہ کو باادب سر پر رکھے اور تب تضرع تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے اہلی میں جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل کو سر پر لٹے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں الہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت سے اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمائے مگر خلافت شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرہ پر ملے اور اس کو بہ محبت بوسہ دے اور آنکھوں سے لگا کے اور بے طفیل نعل شریف کے جو حاجت ہو خدا سے مانگے کامیاب ہوگا۔

نعت مبارک

جو غلامی میں آپ کی آیا پاگیار جنتوں کا سرمایہ
روز و شب بھجوان پر لاکھوں درود شان میں جس کی واضعاً آیا
خواب میں بھی رسول اکرم کو جس نے دیکھا بہشت کو پایا
مستحق ہو گیا وہ جنت کا جو کبھی ایساں آپ پر لایا
بخشوا نے خطاؤں کو محمود
در محمود پر ایاز آیا!

تحفة الصوفية

یعنی ترجمہ ارشادات غوث الاعظم محبوب سبحانی
شیخ عبدالقادر محی الدین حبیبانی رحمۃ اللہ علیہ

رہنمائے سالك
آداب الشیخ

معہ ترجمہ اردو

از حضرت شیخ شہاب الدین بہروردی رحمۃ اللہ علیہ

معہ ترجمہ اردو آداب مریدان

از حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کا پتہ

عبد السمیع - ملیر کالونی - ایف ساؤتھ ۶/۱ کراچی